

نحوی ناویٹ

سونج کے رہ گئی کہ شادی کے بعد تو گویا اس۔ ۱۱
بھی لذت پشکوے کا ادا کرنا خوبی حرام کر لیا تھا۔

”مرد کا ساتھ آسمان پر ملکے سورج کی مرد،“
ہے۔

دادر کے الفاظ آج بھی من و عن یاد رکھی
محفوظ تھے۔ ”بینا!“ اس طرح سورج کی دھوپ
موسم میں بھی بھی تھی ہے، جملساتی ہے اور اسی
راحت کا سبب بھی ہے، کسی دوستی اور
کھالِ حمید دیتی ہیں اور اسی روت میں اس کی
ہڈیوں تک پہنچنے لگتے پہنچا دیتی ہیں، اپنی نرم
حلاحت تھے۔ اسی طرح مرد کے ساتھ میں اور

ایہور آنے سے پہلے اسے جتنی خوشی تھی وہ
یہاں آنے کے بعد دن بدن زائل ہوتی چل گئی۔ وہاں
اگرچہ وہ پہنچ پہنچاڑا اور وہاں کی لگنی بندھی روئیں
تھے خاوف رہتی تھیں، لیکن لاہور آنے کے بعد تو جیسے
تھی نئی فکریں اور پریشانیوں نے اس کی جان ہی پکڑ لی
تھی۔ وہ نیج و شام انگلیوں پر حساب کتاب جوڑتے
جوڑتے پاکان ہو جاتی۔ ابھی شام کو یوں تھی روزِ متوا کی
بات چیزیں میں اس نے سرسری ساز کر رہیں اس بات کا
انصرتے کیا تو وہ پھٹوٹھی بولا۔

”یقین کرنے پیسے سیانے“ عورت کو مطمئن رکھنا نا
ممکن تھا۔ میں سے ہے وہاں تھیں تو اور ہر کی زندگی سے

فاسنے افتخوار

حکیم کی سلطنت photo.com

تپش سے بھیج پھٹک، سورج کی روشنی۔
کہیں وچھ پودے بھٹکتے ہیں لملا جاتے ہوں مگر،
اپنی کو کھہ ہرپی کرنے کے لیے جیکر ان کی بھرپوری
ہے۔ بنا مرد کے عورت کا ”عورت پن“ بھی ام
باشائے۔ اپنی تکمیل کے لیے وہ مرد کی مختان را،
ہے، اس لیے بینا! تکمیل کر جی کی گردی برداشت ادا
سورج کر کہ جانے کوئی بھی الگ کیبل نہ بزا،
سورج، بھی نسی نہیں یہ خواہش بھی کی ہے کہ
سورج نہ نکلتے۔

وہ نہیں بی شستے۔ دادر کی پائیں نمایت،
سن نہیں اور ایک اچھی شرقی بھی سے ایک!
بننے کے لیے خود کو ذہنی طور پر بالکل تیار کر لیا تھا

ابزار، اب اپنے من چاہے شر آئی، ہو تو یہاں سے بھی
شکایتیں۔

”میں کوئی عادتاً تو شکایت نہیں کر رہی انفراملکہ
شکایت ہی نہیں کر رہی یوں تذکرہ کر دیا کہ کتنا فرق پڑا
ہے، یہاں آنے سے۔“ وہ شرمند ہو گئی۔

”تو بھگت اب خواہش بھی تو تمہاری ہی تھی نالا، ہو
آکے بنتے کی۔“ اس کی بیات پر وہ یقینی رہ گئی۔

”یہاں آنے میں میری ہی خواہش کا دھن نہیں،
یہ آپ بھی جانتے ہیں۔ یہ بھیک نہیں، میں وہاں کی
زندگی سے غیر مطہر تھیں لیکن پھر بھی گزارا کرتی
رہی۔ یہ تو آپ کی رانسری بھی جو لاہور لے آئی۔ میری
خواہش پہ آبا، تو اوبھت پہلے ہی چڑ آتے۔“ وہ حفص

گز رئے چند میں تو پھر بھی اپنے گئے تھے سارے کی وجہ سے رشدہ داروں کا آنا جانا کا رہتا تھا۔ نندیں بھی ماں تے ماہبہ ماہ ملتے چلی آتیں اور پھر انصر تھا جس تے سفٹے سفٹے بعد ملنے کی چاہ ان کی ازدواجی زندگی کو ترد تازہ کی رکھتی، تک بیان اش شر میں جو نام کا ہی شر تھا ورنہ ایک بتمل دیبات والی تمام خوبیاں اس میں پائی جاتی تھیں، وہ اپنا دل لگانے میں قدری تاکم رہی تھی۔ پاور ہاؤس تکمیل ہونے کے بعد انصر اسی اریسا میں عینات ہو گیا تھا بلکہ اس کا عمدہ بھی بڑھ کیا تھا۔ گاؤں میں تو یوں بھی سرکاری افسروں کی بڑی عزت کی جاتی ہے۔ اتنے مینوں تک گھرداری کے خرچوں سے آزاد رہنے کے باعث انفرنے بچت کر کے ایک سینڈ ہینڈ سوز کی ایف ایکس بھی خرید لی تھی۔ گاڑی جیسے جیسے اونچے نیچے رستوں سے گزو اڑاتی آگے بڑھتی رہی، اس کی بائوس بڑھتی لایت ہے۔

بالکل گاؤں والی پنجی گلیاں، مکان اگرچہ پکے تھے مگر پیشہ سمنٹ اور روغن سے محروم، کئی ایک پہ میں کی پتھریں۔ ہر قلی کے کونے پہ گدھے کی جسامت کے خوفناک کتے، بدودار متعفن نالیاں، ان پہ بیٹھے آدھے نگنے نیچے اور بچوں پہ بھینہناتی مکھیاں اس نے انہیں کوئی نہیں پہنچنی یا اس کی اڑی رنگت پر وہ مسکرا دیا۔

”یہ اندرولی“ مترانوالی ہے، قدیم ق محلہ۔ میں نے رباش آفس کے قریب، ہی رہی ہے۔ وہ ہے تو اسی شہ کی حدود میں مکری آبادی ہے۔ مکان بھی نئے تعمیر شدہ اور جدید سولیاں سے مزین ہیں۔ آس پاس اور بھی سرکاری افسران رہتے ہیں، پچھے بیان کے مقامی لوگ بھی ہیں یوں سمجھ لو کہ وہ مترانوالی کے مตول علاقوں میں شمار ہوتا ہے جیسے لاہور میں دلیش، گراجی میں ”کافشن“، اور یوں وہ ہچکو لے کھاتی مترانوالی کے ”دلفش“، پنجی بھی۔

کئی پلات خالی پڑے تھے، جن پر قد آدم جھاڑاگ آیا تھا، گائے بھینیں آزادانہ چڑھی تھیں، سڑکیں کبڑاہ اور کی تھیں۔ جتنے بھی مکان تھے سب ہی تھے

اپنی امیٰ کے ساتھ لاہور جانے کی اجازت
لپھریہ قیام لبای ہی ہو تاچلا گیا۔ اس کا دل کچھ
امیٰ نے انفر کو دیکھ جنے سمجھا کہ پہلی پہا بار
امیٰ کو مال بننے کے مرحلے میں تتنی اختیاط کی
ہے، تو تی سے۔

”المہنہ تو کوئی تجربہ کار خاتون سے جو اس کا دھپان
ہے نہ ہی طبعی سو ایسیں ایسی ہیں کہ کسی ایسی جنسی
اویٰ مدل سکے لذ ایسا اسے ڈیوری تک ہیں
بڑا۔ پھر تو اللہ رکھے خیر سے تمہیں سدا اکٹھے ہی
اے۔ تم ہر سفتے مل جائیا کرو۔“

اس پیدا ہو تو کوئی عذر دین گیا کہ اتنی سنبھالی سی جان کو
اپنی ایجان جگہ میں کیا۔ جسماں بیٹھے گی۔

”ارابی کو ہوش تو پکڑنے دو بی۔ اپنے بھرپولے جانا خیر
ہے ای کو۔ ویکھو تو ذرا کیا نخہا سا و جو وہ ہے چڑھا کے
بی۔ اتنا کزوڑا اور نازک بچے سے بھی کھاتی ہے۔
مدل خراں، بھی زملہ، شستہ نے بھی بچے سنبھالے
لے۔“ پتا بھی ہے کہ اکل کس وقت آج کو کیا
بے ضرورت محسوس ہو رہی ہے تو ہر ای
لے رونے پر فیڑہی منہ سے لگادے کی ڈرالے
لنا تو سیکھ لینے دو۔“

ارابوں اپنا ہی بچہ پالنا سکھنے میں اس نے مزید پانچ ماہ
اور ایسے اس کے بعد بھی امیٰ کے پار مل محفوظ بہانا
کہ اور ودیہ کہ بچے کی پہا بڑی لخت ہوتی ہے اور
سرخیا اور وحی میں تو پالا لے رہا بھی کڑا ہے۔ مگر اس بار انصر
ایک نہ سنی اور اسے لے کر مترا نو ای چلا آیا۔ پھر
ہا کے دو سال بعد انہم ہوتی اور اس کے اگلے ہی
امد نے ان کی فیملی مکمل کر دی مگر کسی بھی ڈیوری
لے انفر نے اسے لاہور نہ بھیجا، امیٰ خود ہی وقت پی
ئی اور کچھ دن رہ کے چلی جاتیں۔ یہاں اس کے
اے ایک فل نامم ملازمنہ رکھ چھوڑی بھی انفر نے اور
وارت کے وقت بھی کئی تجربہ کار عورتیں مل جاتیں
ہیں معاوٹے پر اور بعض تو رضا کار ای طور پر ہی
بچہ کی دیکھ بھال کرنے کا کام کرتیں۔ گجرات میں

گاؤں نہیں جیسا کہ تم اس کے نام سے انتہا ہو، یعنی فون گیتس، بھلی سب سموں نہیں ہیں کہا کے طرح کے محلے اور علاقوں ہیں اور یوں بھی اور اماں کو تو وہاں رہنا نہیں کیونکہ یہاں مال دیں رہا ہے وقت بے وقت طبیعت خراب ہے، ماں ڈاکٹر کے پاس لے جایا جا سکتا ہے اور تمہیں ہیں ہے اماں کے ساتھ ہی رہنا ہو گا۔ ”اس نے ”بہاہ مکروہ اور ہر اسلام ہو گئی۔“
”تو کیا میں آپ کے بغیر ہوں گی؟ آپ؟ مال؟“ یہاں
”میں آتا ہا تا زہول گشتنیا۔ جب پارہاں ہو جائے تو ہو سکتا ہے میں والپس اپنے ہی شر ادا کر لیں گے وہاں تعینات ہو گیا تو پھر میری ہے۔“
”چیزیں ہیں تے پھر میں جناب ایک اچھی سی گاڑی ادا کر رہا ہوں گا۔“
”ہر روز اپنی بیکم کے باقاعدہ کام کھاؤں گا۔“ اس
”شستہ کی انگلیاں یوں سے لگالیں۔ حسب وہ۔“
”ویکٹ لمنڈر تو گزرا ساتھا، اس کے عملاء تے
”کھر رہتے تو اس کے ہمراہ ہجتے۔“
”ان کا بھنی مون پیریڈ اور امبا کر دیا تھا۔ وہ دو اوس ا
”بھی مشتبہ بعد ایسے ملتے جیسے بننے پر یہی ہے۔“
”بھتیجن کے بعد مال پائے ہوں۔ جس شام امروہ
ہوتا اس کا ملک کرنے میں کھلتا تھا، اس کے پا
”کھانے بناتی، ہر کوہینہ ارتی، خود کو سجااتی۔“
”ساری رات ایک دوسرے کے بیٹھنے والے بھتیجن کے مکالمے
”نظر ہوں کی پیاس بچھانے نہ بھتی۔ اس روشن
”خلل آیا جب عرصہ سے گردوں کے عارضہ میں۔“
”اماں جان وفات پا گئیں۔ سات ماہ کے دن رات
”ساتھ نے اماں سے اس کی واپسی کی شدید کردی تھی،“
”ہوتا بھی کون تھا ساس بسو کے ساتھ۔ وہ بلک بلک
”یوں روئی کہ اس کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ ابھی ہم
”دن پہلے ڈاکٹر نے اسے مال بننے کی خوشخبری سنالی“
”اس لے طبیعت ہنڈنے سے گری گری تھی کم کی،“
”سے اور نہ ہمال ہو گئی تو انصر نے بھنوں کے میں۔“

بڑے شہنشہ کے مزارج کا واقع ہوا تھا، تینوں بڑی نندیں
بیانی ہوئی تھیں اور دوسرے شروں میں ہونے کی وجہ
سے میمنوں میں چکر لگتے تھے۔ ساس شادی کے سات
ماہ بعد ہی وفات پا گئیں۔ اس کے دامن اپنے کے دن
ساس کی خدمت اگرتے کمزور پھر بھلا وہ کیوں نہ اسے
دعا میں دیتیں۔

◆ ◆ ◆

شستہ لاہور جیسے بڑے شر سے بیاہ کر گجرات گئی
تھی۔ لاہور میں بھی کسی شادی کی تقریب میں اس کی
سب سے بڑی نندنے ایسے دیکھا اور بھائی کے لیے
پسند کر لیا۔ امی، ابو کچھ متاثل تھے کہ لاہور میں پیدا
ہوئی، یا بڑھی، ہوم آکنا مکس کانج سے گریجوٹ اپنی
اکتوپی بیٹی کو اس پسمند شر میں کے بیچھے دیں۔
دوسری طرف لاکانہ صرف خوبرو اور تعلیم یافتہ تھا بلکہ
وایڈا میں اچھے عددے پر بھی تھا۔ ابو کی چھان بیٹن کے
بعد اس کا ایماندرا اور اصول پرست سرکاری افسر ہوتا
بھی ٹھابت ہو گیا جو ان کی پہلی تربیج تھی۔ امی کے لیے
بھرے پرے سبرسال کا بھیرانہ ہونے کا تصور خوش
کن تھا۔ پھر دادو کے فصلے پر سب نے یہ سوچ کے
رضامندی ظاہر کر دی کہ چھوٹے شر میں رہنے کے
باوجود سب بہن بھائی تعلیم یافتہ تھے، گھرانے میں
شاکنگی اور خاندانی وقار نظر آتا تھا، شستہ ایڈ جسٹ کر
ہی گئی۔ اسے بھی پہلی ایڈ جسٹ کر لینا کوئی
خاص دشوار نہ لگا۔ نئی نئی شادی کا خمار، ہر دن ہی نیانا
سالگاتا اور پھر شادی کے ذریعہ ماہ بعد نئی انصریکے ٹرانسفر
آرڈر آگئے۔

”مترا نوں کیا ہے؟“ وہ رہا نسی ہو رہی تھی۔ ”کوئی تو کاؤں ہی ہوتا ہے اس میں کیا ترقی یافتہ قسم کا گاؤں ہے؟“ ”کوئی تو کاؤں ہی ہوتا ہے اس میں کیا ترقی یافتہ اور کیا ترقی پذیر، بدل کیا کنوؤں پر ریبوت کٹشوں ڈول لئے ہوتے ہیں۔“ اس کی جھٹا ہٹ پے انصر فلز اپڑا۔ ”میرا کتنے کام مطلوب ہے وہ کوئی ایسا پسمندہ قسم کا

بنے ہوئے اور تقریباً "ایک ہی ذیر ائن کے تھے۔ ایک قدر مشترک یہ بھی تھی کہ سب میں ہی "پینڈوپن" نمایاں تھا۔ غالباً یہاں ان لوگوں کی زیانش نسبتاً زیادہ تھی جن کے محلے میں سے کوئی ذہنی یا کویت تک پہنچ گیا تھا اور وہ پرانے محلے سے نئی آبادی اٹھ آئے تھے۔ مگر اپنا طرز ربانش وہ وہاں بھول کر نہیں آئے تھے، ساتھ ہی لے آئے تھے مکانوں کی تعمیر میں صبرے گھرے شوخ رنگوں کا استعمال و افر مقدار میں ہوا تھا۔ کئی نے تو چاند ستارے بیرونی دیواروں پر سجا رکھے تھے، کئی کے ماربل کے بننے کے فرشوں پر بندھی بھیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ اس نے انصر کی توجہ دلائی۔

"بھائی دیساٹی لوگ ہیں، گھروں میں جانور باندھنے کی عادی ہیں۔ تم پر کوئی لازم تو نہیں کہ تم بھی اپنے گھر کے صحن میں بکریاں یا مرغیاں پالوں اور ادھر اور میں دیکھو اور اپنا گھر اپنی مرضی سے سجاو۔"

کرانے کے لحاظ سے ان کا گھر واقعی برداشتہ و تھامگر وہی بھدے رنگ، نقش و نگار، مکان کی پیشانی پر ماشاء اللہ، حق باہو و غیرہ خوش خط لکھنے تھے۔ چھت پر لگے سفید لوہے کے جنکل پر رنگ برلنگے عجیب ذیر ائن کے پھولتے بننے تھے۔ دروازوں کے رنگی سبزی مائل نیلے تھے، دیواروں پر گلابی قلعی تھی حقی کہ فرش کا چیس بھی نیلے، گلابی اور سلے رنگوں میں تھا۔ پھن اگرچہ گلی بڑا تھا مگر پرانے لقین کا۔ زمین پر بیٹھ کے پیکنے کا ستم تھا۔ اسے کھڑے ہوئے کہ کونگ کرنے کی عادت تھی اور یہاں چولہا اور چمار کھنے کا کوئی انتظام ہی نہیں تھا اس نے ایک پرانی میز رکھوائی اور اس پر چولہا نصب کر لیا۔ غسل خانہ ربانی کمروں سے باہر چکن میں تھا۔ کرکتی سردویں میں جب چھوٹے بچے کے ساتھ راتوں کو اٹھ کے باہر جانا رہتا تو مالک مکان سے کہہ کے بڑے والے بیڈروم کے ایک کونے میں دیواریں کھڑی کر کے منتصر سا ایم ٹیکنولوگی بنوایا۔ وہ

ہوم اکنائٹس کی ایشنڈنٹ تھی۔ تکڑے گردشیاں سینگ کے فنوں میں ماہر۔ جیزیں اپنے ہاتھ میں کنی آرائشی نمودنے نکان کے سجائے۔ پھر بھی اس کا مل نہ لگا۔ نندیں تو کجرات میں بھی کئی کمی میزدھیاں آتیں یہاں آکر تو وہ دونوں بالکل کٹ کر رہے۔ داروں سے عید بُنْرَعِید پہ وہ لاہور چلے جاتے۔ بدل اس کی دو بھنوں کے علاوہ شستہ کا پورا میکہ بھی آہام فیصل آباد میں انصر کی چھوٹی بھنیں زہقی تھیں وہاں۔ مل آتے تھراں میں سے کوئی بھی بھنی یہاں نہ آتا۔ لاہور میں وہ فارغ پڑھتے تھے جسرا دن نہ پڑا۔ سینما تھیں پھر بھنیں وہیں آتے تھے کریڈ کے اعلاء کا۔

اور ازدھم تھے بھنوں کے ساتھ کے باد جو داں، ہاری اور جو پھتوں تھے۔ بھنوں کے ساتھ کے باد جو داں کی عادی ہیں۔ تم پر کوئی لازم تو نہیں کہ تم بھی اپنے گھر کے صحن میں بکریاں یا مرغیاں پالوں اور ادھر اور میں دیکھو اور اپنا گھر اپنی مرضی سے سجاو۔"

Photo

اس کے ساتھ ہی انہم بھنی اسکوں جانے کے لئے اس کا اعلاء ایک جانب دیوار کیزے۔ ایک جانب بھنی نسب تھی۔ تیرس نما صحن اتنا خفتر تھا۔ ایک بھنکل کر رہے دھونے اور سکھانے کیلئے جالی کی دیوار تھی، جس سے تازہ ہو چکیں جانے کی عادی ہیں۔ یہ کمروں کا پیسیاں اور سیمیٹی، ڈسٹنگ کرتی، مشین اکامہ اور جو کپڑے پہیاں بھی دیتی، خشک کپڑے استری ہیں اور اسکا اعلاء ایک بھنکل کیلئے جانے کا لحاظ تھا۔

ایک جانب دیوار کیزے۔ ایک جانب بھنی نسب تھی۔ تیرس نما صحن اتنا خفتر تھا۔ ایک بھنکل کر رہے دھونے اور سکھانے کیلئے جالی کی دیوار تھی، جس سے تازہ ہو چکیں جانے کی عادی ہیں۔ یہ کمروں کا پیسیاں اور سیمیٹی، ڈسٹنگ کرتی، مشین اکامہ اور جو کپڑے پہیاں بھی دیتی، خشک کپڑے استری ہیں اور اسکا اعلاء ایک بھنکل کیلئے جانے کا لحاظ تھا۔

اویں کی لکیریں، گلیوں کے جا بجا شانات۔ اس کی اس میں اپنے پچھلے ٹھہر کا نقشہ پھر نے لگا جس میں اسے کوئی خوبی یا کشش نظر نہیں آئی تھی۔ اس اساتھ اسے کوئی خوبی یا کشش نظر نہیں آئی تھی۔ اس اساتھ کے لئے ہوئے پھن کی دیواروں پر چکنائی سکتا۔ ڈرائیکٹ ڈائیکٹ بھی چھوٹا ہے اور بھنوں کے کھنیلے کے لئے ذرا بھی کوئی جگہ نہیں۔ کچن دیکھا آپ نے؟"

"ہاں دیکھا ہے۔ ویسا ہی ہے جیسا تم جاہتی تھیں۔ اس گھر کا بغیر شناخت اور بغیر کاؤنٹر کا پن تھیں پسند نہیں تھا اس چین میں تو امریکن اسٹائل کے کینٹ

ہات کا انتظار نہیں کرنا پڑے گے۔" امر نے شنگ کے لیے ایک بستے کی چھیاں بتائے اس لیے اس نے وہاں پر بائشی مکان کرائے پھر کیا تھا اور اسے مجکھے کی جانب سے تنواہ میں ای الاؤنس دیا جاتا تھا، لیکن لاہور میں راوی روڈ پر اہمستان سے پچھا ہی فاصلے پر یہ پل کے ساتھ بھی اسٹریٹ میں فرست فلور پر اکٹلیٹ اسے لاث بوا سا۔ ٹھستے نے دیکھا تو حیران رہ گئی۔

"ٹھستے نے ٹھلیٹ اتنے بڑے گریڈ کے اعلاء ایک ٹھلیٹ ملائے تھے تو پچھوٹا ملاز میں کے کوارٹر زکاریا میں آتا۔ اسے کوئی بھی بھنی یہاں نہ آتا۔" اسے کوئی بھی بھنی یہاں نہ آتا۔ اسے کوئی بھی بھنی یہاں نہ آتا۔

اور ازدھم تھے بھنوں کے ساتھ کے باد جو داں، ہاری اور جو پھتوں تھے۔ بھنوں کے ساتھ کے باد جو داں کی عادی ہیں۔ تم پر کوئی لازم تو نہیں کہ تم بھی اپنے گھر کے صحن میں بکریاں یا مرغیاں پالوں اور ادھر اور میں دیکھو اور اپنا گھر اپنی مرضی سے سجاو۔"

"پناگھر۔"

ایک جانب دیوار کیزے۔ ایک جانب بھنی نسب تھی۔ تیرس نما صحن اتنا خفتر تھا۔ ایک بھنکل کر رہے دھونے اور سکھانے کیلئے جالی کی دیوار تھی، جس سے تازہ ہو چکیں جانے کی عادی ہیں۔ یہ کمروں کا پیسیاں اور سیمیٹی، ڈسٹنگ کرتی، مشین اکامہ اور جو کپڑے پہیاں بھی دیتی، خشک کپڑے استری ہیں اور اسکا اعلاء ایک بھنکل کیلئے جانے کا لحاظ تھا۔

جسے تھے کہ اس کے چار سائز ہے چار سال کا، ہی تھے کہ انصر کے ٹرانسفر آرڈر آگئے۔ اس اسروموش کر کے اسے لاہور بھیجا جا رہا تھا۔ وہ مکمل اٹھتے اسے کوئی خوبی یا کشش نظر نہیں آئی تھی۔ اس کم از کم ان تواتر سے بھتے کروہ آوازوں والے کھر جانے کے لیے اب انہیں عید اور گرینیاں ایک

183

ایمانداری کے بعد اپنی کی صبر و شکر والی عادت کے سفر
باندھتے تھے۔

اس نے انوکی بات نہایت دھیان سے سن کر زہر
میں نجافے کے بھائی، اپنی کی باتوں سے اس کی
آنکھیں کھل لئیں، وہ لرزائیں۔

"امیر یونیورسٹی میں ہیں۔ کچھ عرصہ ایسے ہی سی۔
زندگی ہمیں پہچھے اپنے خوش تو نہیں جوانان جیسے لے کر
پیدا ہوا سدا ایسے ہی رہیں گے۔ یہ اتار چڑھا کر تو آتے
ہی رہتے ہیں۔ مجھے ثابت قدمی سے اپنے شوہر کا ساتھ
رہنا ہے مگر ان کے احلے کردار پر کوئی دھبہ نہ لگے۔"
اس نے تھیہ کیا اور خوش ولی سے شفقتگ میں جلت
گئی۔

مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ آج کے زمانے میں ایمان
کے رہتے۔ ثابت قدمی سے ڈالنے صرف مرد کے
لیے ہی مشکل نہیں بلکہ عورتوں کے لیے بھی کتنا
دوسرار ہے اس کا اندازہ اسے کچھ ہی دونوں میں ہو گیا
تھا۔ اپنے نہ صرف کرامے کے مکانوں کی بابت اسے
اکاؤنٹاگیا تھا، دیگر اخراجات کا ذکر کرنا وہ بھول نہیں۔ وہ ہر
چیز کی قیمت کا مقابلہ اس چھوٹے سے قبیلے کی قیمتوں
سے کرتی تو ہبکا بکار رہاتی۔ پورے مترانوالی میں مرغی کی
کوئی باقاعدہ دکان نہ ہمیں پائیں لیکن مرغی اور انڈے میں
جانتے تھے، دراصل دہلاتی عاتقوں میں اب بھی مرغی
صرف مہمان نوازی کے لیے مخصوص ہے۔ اپنے
عمرت کے نزدیک اپنے دوست کے پولیزی فارم سے
مینے بھر کے لیے اکٹھا مرغی کا گوشت خاصی رعایتی
قیمت ہے۔ آتا ہاں گوشت کے لیے بھی دو یا تین
وکائیں تھیں جہاں اسی نوے روپے کاونٹ گوشت
اچھا مل جاتا تھا۔ مگر یہاں تو مرغی کا ہی ریٹ نوے
روپے کاونٹ پہنچا ہوا تھا اور بکرے کے سوا سور وے۔
پہنچنے چند گھنی چنی نبڑیاں ہی کھانا پسند کرتے تھے "آلو مڑی"
کا جزو غیر گوشت بھی خاص رغبت سے نہیں کھاتے
تھے ہاں کباب یا کوفٹ بننے ہوتے تو کھایتے البتہ الیں
وغیرہ دونوں چھوٹے بچے شوق سے کھاتے تھے خود وہ

اوپر ہیں میں نے تو صرف تمہیں متوسط علاقوں
کے ریٹ بتائے تھے۔ اب تم خود سوچو گرائے کامکن
کہ کہاں کی تنظمندی ہے، یہی تو سرکاری ملازمت کی
رات ہے، اگر تنخواہ کم ملتی ہے تو دیگر مراغات تو ملتی
ہیں۔ کرایہ نہیں، بھل جتنی مرضی استعمال کرو، پانی
سے بول۔

"ماکہ ذرا تمہاری خوش گمانیوں کا بخار کم کرے۔
لبی چھ سال سے لاہور سے باہر ہو، تم کیا جاؤ یہ؟
زندگی میں بھی ہو گئی ہے۔ پندرہ سو چھوڑو، تم ام
الاث کروہ ریاستی جگہوں پہ ہی رہتے ہوں، آخر
ہاں بھائی جان بھی تو ہیں شادمان میں کرشل اڑیا
بھج کر دیجی ہے، ان کا پہنچ س لخاظ سے آپنے کرائے
پائے گا۔"

"اب ایسا بھی تھیں کہ تمام سرکاری افسران ملکے
لے الاث کروہ ریاستی جگہوں پہ ہی رہتے ہوں، آخر
ہاں بھائی جان بھی تو ہیں شادمان میں کرشل اڑیا
بھج کر دیجی ہے، ان کا پہنچ س لخاظ سے آپنے کرائے
پائے گا۔"

"کہا کہہ رہی ہیں؟" اسے لیتھن نہ آیا۔
"دیچھلیں جارج پٹنیوں میں جس تم اپنی تھیں تو نہ
تھیں تھت کے گھر لے کر گئی تھی یاد سے ہے؟" ام
انہا اور اچھا زادی مکان ہے۔ یہ سب کیسے اور ہبھو
نہیں پھر؟"
"والے پورشن میں رہتی ہے۔ تم نے دیکھے تو ہوں
کہ میتھے دنوں کھرے بن پڑھر کیوں کے ڈھنڈنے
کے چن میں نہیں۔" اسی چھوٹے پیٹے میں کھلے کھلے
کے چارے پیچے کھٹکتے تھے۔ اسے کھلے کھلے
لے دی کر لیتے ہیں، حرام کی کمائی سے نری جنم کی۔
جہاں تھے مالک مکان شکایت بیخ دیتے ہیں کہ شور
آرہا ہے پھر پورے چار ہزار کڑا یہ دیتی ہے وہ ان، "کرا،
کرا۔"

"کیا واقعی؟" اسی پہنچ ہوں میں نہست کا کلمہ کہہ
گیا۔
"ابھی تو اور سنو، تمہیں تو پتا ہے کہ خیرت، ہاں
بھائی کا ناصر یوی بچے سمیت جرمی سیٹل،" ام
ہاں والوں کے لیے لعنتیں اور گالیاں سنی تھیں۔
"اب انہوں نے ابو کے ایک دوست کا ذکر کرایا
رسوریاں بھائی نے گھر کا ایک پورشن کرائے ہے۔
ویا ہے، پورے آٹھ ہزار میں۔"

"آٹھ ہزار؟ اتنا کرایہ بھی ہوتا ہے؟"
"ارے یہ تو کچھ بھی نہیں۔ گلبرگ، ماذل،" ام
ویضیں میں تو پچاس پچاس ہزار کے کرامے ہیں،
کوئی ملکی ہیں، فلیڈوں تک کے کرامے ہیں،"

"ماربل کے کاؤنٹریں۔"
"مگر کھڑے ہونے کی جگہ بھی مشکل سے بن یاتی
ہے۔ فرنج بھی شاید ہی رکھا جاسکے اور یکبینٹ، اس کی
لکڑی تو دیکھ کھائی لگ رہی تھی۔"
"اب جو بھی ہے گزار اکرو۔ مجرمات والا گھر بننے
کے لیے لگا ہوا ہے۔ بھنوں کو ان کے حصے دے کے جو
رقم ملے گی اس سے درمیانے درجے کے علاقوں میں
کوئی پلاٹ تو خریدا جاسکے گا اگر پچھے اور سال سمجھ
داری سے گزار اکن لوگ تو ہم انشاء اللہ اینا گھر بنانے کے
لائق ہو جائیں گے۔ اس نے بھانے کی کوشش کی تو
ایم نے آنکھ کے اشارے سے انصر کو مطمئن رہنے کا
کہا۔

"جواب میٹا! تم نہاد ہو کر کچھ در آرام کرلو اپنے ابو کے
کمرے میں، خیرت سے کھاتا گئے گا تو میں بلوالوں کی۔"
اس کے جانے کے بعد شستہ کی جانب متوجہ ہوئیں۔
"کیسی نامناسب باتیں کر رہی ہو تم؟ وہ مرد ہو کے
اپنا گھر بنانے کی لکر میں لگا ہے اور تم عورت ہو گزر را
احسنس نہیں، ارتے لگکی، کرایوں اور بلوں کے چکر میں
پھنس کریں تو کبھی اپنا گھر بناسکو گی۔ کچھ سال اسی
فلیٹ میں "اوہ کھے سو کھے" گزار لو، اسی بحث میں
مذکون کی تعمیر شروع کر دینا آہستہ آہستہ خیر سے اب انصر
کی تنخواہ بھی تو بڑھی ہے تاں۔" انہوں نے اپنے
پسندیدہ فقرے "خیر سے" کی تکرار کے ساتھ بات
تمام کی تو وہ سرہلا کے بولی۔

"جی امی جی! اسی لیے تو میں سوچ رہی ہوں کہ
کرامے پہ نسبتاً کوئی اچھا مکان لے لیا جائے کسی
اچھے علاقوں میں۔ وہاں تو ٹرینک کا شور اور آلووں اس
قدرت ہے۔ میرے پیچے کھلی جگہ پر رہنے کے عادی ہو
گئے ہیں، اس فلیٹ میں تو ہیٹنے کے لیے دو فٹ کا سجن
بھی نہیں۔ کہہ بھی کوئی فالتو نہیں کہ بچوں کے لیے
البک سے سیٹ کر دوں جبکہ وہاں کھلی چھت بڑا سا
صحن سی۔"
"اچھا یہ بتاؤ مترانوالی میں تم کرایہ کتنا دیتے

برہبیسیہ بھی مگر نیوں کو اکٹھے داخل کرنے سے چھوڑے۔
دوںوں کی بالترتیب ایک سو اور دو سو کم کر دی گئی۔
پسلے میں بھر کا چکن جتنے بجٹ میں چلاتی تھی وہ دونوں ہے۔
بڑھ کر دگنا ہونے کے قریب تھا وہ بساط بھر کر
کر دی۔ باز ارجانہ اور پھر ایک ایک چینیاں پتول کر رہے۔
حساب سے خریدنا، نری درد سری بھی ہاں البتہ انہیں
مطمئن تھا اور اسے غیر مطمئن کرنے کے خیال سے
اس قدر تھی ہوئی تھی کہ اپنی پریشانی کو خود بھی جھپٹے
کی کوشش کرتی تھی مبادا آخر اجات اور تنخواہ دے دی
متوازن ہونا اسے دگدگانہ دے پھر بھی نجانے کے۔
وہ باتوں باتوں میں منڈگائی کاروبار وہ بھی تو انصر فراز
اپسے طعنہ دے دیا کہ لاہور آنا اسی کی خواہش تھی۔
وہی دوں کی حلاہ زندگی سے ناخوش تھی، اب بچتے ہو

وہ حسب عادت صریح تھا چوچ کے ہی رہ گئی کہ بچتے
میری خواہش کے نتیجے میں یو یہ رہا انسر عمل میں نہ
لایا گیا اور اس رہانسرستے قبل تو ہمیں آئی کوئی
ذکر کا چیل نہ لے اس کی خاتمی شرمندگی تھی۔

”اور پھر کوئی سونے کے بھاؤ تو میں ملتی ہوں
سنبھل۔ معمولی سافر ہی ہو گیا تھا تنخواہ میں بھی تجھے
ہزار کا اضافہ ہوا۔“
”لے لئے تو ہمیں نہ لا رہا تو اپ اپنے پاس ہی رکھتے ہیں۔“
چپسند رہ سکی۔

”اپنے پاس نہیں رکھتا، کمیٹی ڈالی ہوئی ہے تیر
کی۔ جیسے ہی نظری ای پیٹ پر مکان کا دھانچہ ہی
لوں گا۔ اگلی میٹی میں پکھ اور کام ہو جائے گا۔ جب تک
آہستہ ہی گھر بنے گا۔ باقی کی تنخواہ تو پوری تمہری تھی۔
ہوں جس میں سے تمہیں صرف اور صرف چیز
تھی یا اپنا اور بچوں کا خرچ نکالنا ہے۔ کوئی کرایہ نہ
بل کی درد سبزی نہیں۔ یہ سولت کسی کھاتے
ہی نہیں آتی۔“ اس نے کئی بار کی کہی بات دی رہی۔
اکتا تھی۔

”ٹھیک ہے، مانتی ہوں مگر یہ بھی تو دیکھیں۔“
آخر اجات بھی اسی حساب سے بڑھے ہیں۔

سنبھال پسند کرتی تھی مکر انصر کو دال اور سبزی بنا گوشت
کے تو، نسمہ ہی نہ ہوتی تھی۔ دال چاول بننے، الونڈے
یا کسی اور سبزی کی بھجا تو وہ برے بڑے منہ بناتا تھا۔
اسے اٹھ کر کتاب تلنے پڑتے یا آلمیٹ بناتا رہتا۔
انڈے بھی تو رلتے پھرتے تھے گھر میں۔ رجو کے گھر
جگہ کم تھی، اس نے شستہ کی اجازت سے اپنی کئی
مرغیاں اس کے چھن کے ساتھ والی ڈیوڑھی نماگی
میں رکھ چھوڑی تھیں۔ روز کی اسکی انڈے وہ اس کے
منع کرنے کے باوجود بچوں کے لیے وہاں چھوڑ آتی اور
یہاں کبوتر کے سائز کے انڈے بھی تھیں سے پینتیس
روپے درجنہ تک ملتے۔ ووڑھ بھی وہ انعامہ روپے لیٹر
والا لیٹی جس پر جھلکی سی ملائی آتی۔ گواں سے شکایت
کی تو جھٹ بولا۔

”باجی آپ میں روپے والا لاکوالیں۔“

گویا یہاں روپے بھی قیمت کے لحاظ سے اچھا نہ
ہے۔ وہ کڑھے رہ گئی۔ بارہ روپے کلو میں وہ اتنا عدمہ
ووڑھ لیتی تھی۔ بچوں پر جو نرمیں ہے ملائی کا لقا بھائی
اکثر ناشتے میں تپس ملائی کے سامنے ہی کھاتے۔ اس
آس پڑوں سے بھی تھفتا ووڑھ آ جاتا۔ سنبھال بھی
اکثر پڑوں بھختے رہتے تھے، کوئی بینگن لارہا سے،
کوئی توکری بھر کے ٹھماڑ، کی جنہیں تازہ بھندی توڑ کے
بھیج دی۔ خود اس نے بھی ایک طرف چھنیاں اور پوپیں
اگر کھاتا۔ اب لاہور میں وہ سبزی کے ساتھ پانچ
روپے کے چند پتے وہنے کے خریدتی تو یاد آتا کہ دھنیا
وہ دوں میں تین بار اپنی کیا پری سے توڑتی۔ یہاں ہر سبزی
تقریباً دگنی قیمت کی تھی۔ بچوں کو اسکوں داخل
کرنے کا مرحلہ آیا تو نیا مسئلہ پیدا ہوا۔ عام سے
درمیانے درجے کے اسکوں میں بھی فیس تین سو
روپے سے کم نہ تھی۔ اسچھے معیار کے انگلش میڈیم
اسکو لزیں چھ سو سے لے کر دو اڑھائی ہزار تک تھی۔
وہ تعلیم کے معاملے میں کمپرومائی کرنا نہیں چاہتی
تھی چنانچہ علاقے کے ایک اچھے اور بڑے اسکوں میں
تینوں بچوں کو ہی داخل کرایا جتنا یوں تو فیس آٹھ سو

"کیسے اخراجات؟ بلکہ صاف صاف کہوں تو میں نے نوٹ کیا ہے تم بیان آکر کچھ زیادہ ہی کٹوتیاں کرنے لگی ہو ہر ہاتھ میں۔ بچوں کا اور میرزا بچا کس اتنا بے دلی سے بناتی ہو پہلے تو سینڈ و چن، سادا اور کوئی نہ کوئی میسمی چیز ضرور ہوتی تھی۔ کئی کئی دن ہو جاتے ہیں شام کو خالی چائے ہتی پینے کو ملتی ہے۔ باں بھی کھارچار پکوڑے بن جاتے ہیں۔ دیکھ رہا ہوں کہ بچوں کو بھی ان کی پسند کا ناشتہ نہیں ملتا۔ انعم کو بواں انہوں چاہیے تو تم اسے سب کے لیے بنا آئیٹم کھانے پر مجبور کر لی ہو، افس کو دو دھمکیں دلیہ کھانے کا جی چاہے تو تم دانت فیٹ کے بن چائے میں ڈبو کے گھلادیتی ہو سا اس پر گیا میزی حق حلال ماننا ہے تو جیم لگادیتی ہو سا اس پر گیا میزی حق حلال کی کمالی اتنی بے برکت ہو گئی ہے جو بچوں کو ان کی پسند کا کھانا بھی نہیں مل دیتا۔"

"یہ بات نہیں الفریاد شاء اللہ آپ کی کمالی تو اتنی پابرجت ہے کہ ہم بہت سوں سے اچھا کھاتے ہیں اچھا سنتے ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ بچوں کی عادش بگزی ہی ہیں۔ وہاں ہر چیز کی فراوانی تھی اس لیے۔ اب دیکھیں ناالنس چھ سال کا ہو چکا ہے۔ مگر سوائے کچھی، فریج فرایز، جیم ڈبل روی، انڈوں اور سیریز کے کچھ کھاتا ہی نہیں۔ اب وہ اس عمر میں ہے کہ اسے ہر طرح کی سبزی سالن روٹی کے ساتھ کھانا چاہیے۔ اس کے بڑھتے جسم کو ہر طرح کے روپ میں جو صرف دو دھمکیں نہیں تمل سکتے عام خواراک نہ کھانے سے اس کی غذا ایسی ضروریات پوری نہیں ہوتیں اور نیجنما وہ وقت بے وقت دو دھمکیاں ہے۔ اس کے لیے ناشتے میں یاسونے سے پہلے ایک گلاس دو دھمکیں اور کھنکھنے کے ساتھ اسی طرح انعم کو تینوں وقت پر انجما چاہیے، روکھی روی تو حلقت سے اترتی ہی نہیں۔ بچوں کو اس عمر میں بھی کنشول نہ....."

"بس بس رہنے والے کوئی نہیں۔ میں بارہ سال کا ہو گیا تھا اور میری اماں مجھے پرانا مکھن یا مایاں کے ساتھ کھلاتی تھیں سالن کا زانقہ چکھاتک نہیں اس لیکن اگر آپ کو پسند نہیں تو تمہیک ہے بننا۔"

پاٹ کے شنزاروں اور شنراڈی کی فرماشون سے بچہ اس کی تھی نہیں برقرار ہے۔" اس نے سکنے سے بات بناتے ہوئے بلکہ سکنے میں مبتلا ہے۔" ۱۱۔ مسئلہ ختم کر دیا اور اتنے لیے نئے مسئلے ادا کر لیے۔ یہ تو اس سے کھل ہی گیا تھا کہ اندر پسلے اس تھنا ہندے مزاج کا لگا تھا، اتنا تھا نہیں۔ اس میں امرکل اس کا اپنا تھا۔ جو چھوٹی پچھوٹی یا تو یوں کو خاطر تھیں دیتا ہوں، پہلے کسی زیادہ پھر میں۔ اس کے اور منگالی کے روئے روزوکے آخر کاہ کرنا چاہتی ہو کہ میں وہ تین ہزار بھی تھیں۔ کروں۔ میں وہ اپنی عیاشی میں لجتباالی دن بھی کھانے پر مجبور کر لیں۔ میں اسکے سوچ کریے سوچ کریے نہیں کرتی تھی کہ اس کے اختیار میں تو ہے۔ ۱۲۔ پھر بیزار تھی بھی تو خوش ولی سے گزارا کرتی اس سائل کا ذکر یہ سوچ کریے نہیں کرتی تھی کہ اس سے فائدہ۔ گزر ہی جائیں گے یہ دن اور ہر فوت ۱۳۔ اس سادہ ماحول میں رج بس کئی تھی۔ الہ تمام تر صلاحیتیں اس نے غصہ اخراجات کے ایجاد کرنے میں صرف کر دیں مگر اس طرح کر سے پوشیدہ رہیں۔ بچوں کو وہ اسلامی غیر موجوں ایسی ہی کہانیاں سن کر ان کا ذہنی رجحان بدلنے کی لگتی جیسی اس کے ای ایو نے اسے سنائی۔ اور جن کے سچے میں اس کی حساس شخصیت پھر مل۔ ملے کی طرح اب پھر اس ایتھے روز کے مہلے میں توشت استعمال کرنا شروع کر دیا۔ مگر سبقت کوئی شکایت ہوئی تھی کوچھ جانا ہو گا، کچھ چاہیے کروں گی یہ ایسے سیدھے طرز میں ہے۔ ۱۴۔ اس کے پاس جو پیسے بچتے وہ جمع کرتی رہتی، پریشان نہیں کروں گی۔ کمال ہے اور افسوس۔ ۱۵۔ اتنے سالوں میں آپ مجھے جان نہیں پائے۔ نیا نہ کرتی ہوں آپ کے اس جذبے کی کہ ہمار۔ ۱۶۔ سوچتے ہیں، کرتے ہیں۔ سچی بات تو یہ نہ ہے۔ تھوڑی بہت بیت میں ملے گزنا شروع کی نہ ہے۔ ۱۷۔ اپنے گھر کے لیے کر رہی ہوں اور آپ کہ رہے اس کی تمنا نہیں۔ آپ مجھے گھر بنانے کے چس تو اس کو تھاں بسنوار نے کافر ضمیرا بھی ہے۔ لیکن اگر آپ کو پسند نہیں تو تمہیک ہے بننا۔

"اچھا۔" وہ استھرائیہ تھا۔ "میں تو سمجھا، اٹھا رہ بیس سال ہو چکے ہیں۔" وہ نا سمجھنے کے انداز میں اسے دیکھے گئی۔ "لکھا ہے تم نے خود پر توجہ دیا تو درکنار خود کو غور سے دیکھنا بھی چھوڑ دیا ہے ذرا آئینہ دیکھو، تم نے

کے کام بھی کر دیتا، مسینگ اسٹری وغیرہ کے کام بھی کر لیتا۔ شستہ نے لڑکے کو آہستہ آہستہ گھر کے دوسرے کاموں میں ٹرینڈ کرتے ہوئے ماں کو ہٹا دیا۔ یوں اپنے طور پر وہ بات سنبھال چکی تھی لیکن ایک بار توجہ رلا وہ نے پر پچھتار ہی تھی کہ اب وہ گاہے بے گاہے اس سے خرچے کی بابت استفسار کرتا رہتا جبکہ اس سے قبل اس نے بھی ان معاملات میں دخل نہ دیا تھا۔ قدرتی طور پر گھر میں مہمان داری بھی بڑھ گئی تھی۔ شستہ کا میکہ تو یہاں تھا ہی، انصر کی دونوں بھینیں بھی مہینے میں ایک دو چکر رکالیتیں اس طرح ہر ہفتے ایک دن ایک دن تو ضرور مہمان داری میں گزرتا خصوصاً۔ جب اس کی نندیں آئیں تو انصر ضرور یہ چیک کیا کہ اس نے ان کی مہمان نوازی میں کوئی کسر تو نہیں چھوڑی، اس لیے وہ خاصاً اہتمام کر رکھتی بعد میں چاہے کہتے ہی وہ اسے بجٹ بیلفس کرنے میں لگ جاتے۔

وہ اس کے ایک دم بدل نئے مزاج پر جیران اور پھر پریشان ہو گئی چل گئی۔ کڑی دھوپ کے موسم اس کی ازوای جی زندگی میں دیزی سے ہی سی پر آگئے تھے اور وہ را دو کی بدایت پر پورا پورا عمل کرتے ہوئے اپنے سورج کی تمام تر پیش چیپ چاپ بروائش کرتے ہوئے دھوپ دھل جانے کا انتظار کر رہی تھی۔

♦ ♦ ♦ ♦ ♦
"شستہ! اس نومبر میں ہماری شادی کو کتنے سال ہو جائیں گے؟"
اس شام وہ بچوں کے کپڑے تہ کر کے کرالاری میں رکھ رہی تھی جب انصر کی آواز پہ چوکی۔ ایک خوشکوار سے احسان کے تحت وہ بے اختیار مسکرا اٹھی۔ (میں تو بچوں ہی گئی تھی نومبر میں ڈیڑھ ماہی توڑہ گیا ہے) پھر گھوم نکے اس کا جواب دیا۔
"پورے آٹھ سال۔"

"اچھا۔" وہ استھرائیہ تھا۔ "میں تو سمجھا، اٹھا رہ بیس سال ہو چکے ہیں۔" وہ نا سمجھنے کے انداز میں اسے دیکھے گئی۔ "لکھا ہے تم نے خود پر توجہ دیا تو درکنار خود کو غور سے دیکھنا بھی چھوڑ دیا ہے ذرا آئینہ دیکھو، تم نے

اپنا حشر کیا کر لیا ہے۔ اچھا یہ تو بتاؤ، تم ساری عمر کیا ہو گی اس وقت؟“ ”انہما میں سال۔“ ان نے بغیر ڈنڈی مارے شرمند سے بچے میں کہا۔“

”تم سے چار سال برا ہوں میں اور صائمہ آتا جنہ سے دو سال بڑی۔ ان کا بڑا بیٹا کلنج چنچ چکاے۔ تباہ قند برابر آگئی ہیں لیکن دیکھا ہے تم نے اب بھی کتنی فریش اور بینک لظر آتی ہیں ماتھا رے تین بچے ہیں تو ان کے پانچ بھرے سرال میں رہتی آئی ہیں، اسی لیے تم یہ بھی نہیں کہ تمہیں کام کی زیادتی کے باعث وقت نہیں ملتا خود پہ توجہ دینے کا۔ شادی کو چند سال گزرنے اور بچے بڑے ہو جانے کا مطلب یہ تو ہیں کہ عورتیں اپنا دھیان رکھنا چھوڑ دیں۔ میرے دوستوں کی بیویوں میں سے کوئی کو تم جانتی ہو، وہ محظوظ یوں اورہ سوری کی، اور پچھے نہیں تو اے دن بالوں کے اسکل، ہی بدلوالی رہتی ہیں۔ تم سے تو اتنا نہیں ہوا کہ کٹنگ کرو کے بال، ہی کسی دھب کے کروالو، کئی سال سے گر رہے ہیں اب تو چوٹی بھی براۓ نام ہی رہ گئی ہے۔“

وہ کھیانی سی اپنی چوہیا سی چیا سلاکے رہ گئی۔ واقعی بال تو رہے نہیں اب، چیا کا تکلف کرنے کی کیا پرانی اشیاء پہنچنک دیں اور نسبتاً نئی سنبھال لیں، اور نئی میک اپچھپ کر جو پچھلے سال ہی سائیں تک آتے بالکل ہی معدوم ہو جاتی تھی۔ شروع میں اس نے گرتے بالوں کو روکنے کی بڑی کوشش کی۔ کنی تیل لگائے، آزمودہ نوٹکے ٹرائی کے، اشتہار دیکھ کے شیپو منگائے، آملے ریٹھے سے بھی سرد ہو یا، مگر بے سود اور اب کتنے عرصے سے وہ ان بدستور گرتے بالوں سے یکسرے نیاز ہو چکی تھی اور نہ نئے شیپو بدلنے سے اس کے بال بھی کمیں کمیں سے سفید ہونے لگے تھے۔

”کپڑے تو خیر تم پہنچتے میں دو، ہی بار بدلتی ہو، منہ بھی لگتا ہے، کئی کنی ہلن ہمیں دھوئیں۔“ ”خیر، اب ایسا بھی نہیں۔“ اب کے وہ برا مان کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ”پانچ وقت کی نماز پڑھتی ہوں۔ اتنی

گندی کسے رہ سکتی ہوں۔ کپڑے بھی روز بدقیق اور وضو بھی پانچ وقت کرتی ہوں۔ خود ہی سوچ لیں اس کتنی دفعہ دھلتا ہو گا۔ ہاں اب یہ جھائیاں دو، رہی ہیں ان کا کیا کروں۔“

”کپڑے بھی تو تمہارے ایک جیسے رنگوں سے۔“ ”بلو، نہ بلو، ایک برابر۔“ وہ گود میں رکھا تک پا، طرف پنج کرباہر نکل گیا۔

شستہ گھر سے دکھ کے احسان ملے اسے دیکھی۔ ایسا نہیں تھا کہ اندر کی گئی تمام بالائیں، ان ہیں کو چھیڑنے کی ہمت نہ کی۔ پچھلے دونوں ہمایاں بار اس کے گھر آئے تھے اور جاتے ہوئے کے باعث اس کی حالت پچھے کیا تھیں جو پھر ہمارے ساتھ اسے بھی ہزار است گھر اور بخوبی کے ہمانہ ساتھ خود پہ بھی آہ۔ چاہیے یہ اس کی کوئی تھیں اور اندر کی شکایت اس کے لئے سچی بیزاری اہ۔“

کلش ناول چھید گیا۔

اس نے دراز کھنگائے، میک اپ کا سارا۔“

بچوں کے بعد ڈرینگ نیبل نے غائب ہو کر

تھیں پاشیدا الٹھہ میں ہو گئے خلے خالکے میں خالکھالا تھا۔

اویں سے مددیں ڈسچارٹ کیں، براہر کے فلٹ میں تھیں، کئی لپ اسٹکس پر تقریباً نئی تھیں تکڑے۔

اڑتے میں معلومات بھی خاصی رکھتی تھی، اس کی پرانی اشیاء پہنچنک دیں اور نسبتاً نئی سنبھال لیں، یوئی آج کل ایک پارلر میں یوئی شاخ ہاں کو رس بیل تھی۔

”اٹھے روزہ ہی چالجھٹ کا پروگرام بنالیا۔“ اپسی میلے ماریٹ سے اتنے لیے بھیر ڈالی،

ہر ائر اور لپ اسٹک کا ایک نیا شیڈ لیا۔ اسی نہیں نے اس کی کٹنگ بھی آرڈری اور بھیشور ڈالی۔

”این نے اسے اٹھن، بلیچ اور گھریلو ماں کے ہمی لکھ دیے۔“

انے کے بعد اس نے میرون اور رائٹر نٹ کا دو، اس نے کچھ ماہ قلن ہی سلوایا تھا جگہ ایک سال تک نے کپڑے گھر پہ روز مرہ کے ایں نہیں لاتی تھی۔ کانوں میں سورنگیں لگے ایں بالے پہنے، برگنڈی لپ اسٹک، مسکار اور

فیس پا اور لگایا، پر فیوم اسپرے کر کے وہ تیار ہو گئی۔ ”یہ باہر کارروائی کیوں کھلا ہوا ہے، نجے کہاں ارے؟“ اس نے آتے ہی اندر کو اسے دیکھ کر جھٹکا سالا۔ بھی سنوری مسکتی، مسکراتی شستہ اسے گزرے دونوں کی یاد دلگھی جب وہ اسے ہفتے بعد دیکھتا تو وہ یوں نہیں پورے اہتمام سے اس کی منتظر ہوتی، وہ بے اختیار ہی آنچے بڑھ کے اسے بازووں میں قید کر بیٹھا۔

”کیا کر رہے ہیں، پچھے دیکھ لیں گے۔“ ”سارا گھر خالی چڑا ہے، بچے کہیں باہر نظر ہوئے ہیں۔“ وہ اس کے نازہ سیٹ تکے ہوئے بالوں میں بہہ پھیلاتے ہوئے بولا۔ ”ہیں، باہر نظر ہوئے ہیں، اس وقت؟ دیکھوڑا یہ حال ہے ان کا ذرا توجہ اور ہزادھر کرو، نظر بچا کے بھاگ جاتے ہیں۔“

وہ بچوں کو آوازیں دیتی اسے وہیں چھوڑ کر آگئے بڑھ گئی، وہ بھندی ساس بھر کے رہ گیا۔ آج اس نے کھانے پڑیں اہتمام کیا تھا۔ عموماً وہ رات کو سانہ سا کھانا ہی بناتی، دال، نسبزی وغیرہ۔ بالہ بنت صحیح وہ ضرور اچھا کھاتا بناتی کیونکہ اندر آفس میں بچ مٹھا تھا۔ اکثر وقیسرا کا کھاتا رات کے لیے بھی تھوڑا بہت بچ جاتا کہ اگر کسی کو دال چاول یا بھجپا اعراض ہو تو وہ یہ کھا لے لیں آج اس نے میکروں اور اپیل ڈال کے مایونیز کی سلا دینائی تھی، قیمه بربیانی، اکواریٹ اور بچوں کا فیورٹ پچکن پکوڑا۔

”واہ بھی واہ۔ آج تو براول کر لیا ہے بیگم صاحبہ نے ورنہ تو چھٹی والے دن کے علاوہ شاید ہی بھی ایک سے زیادہ دش بنی ہو۔“ اندر نے پیلے بیٹھتے ہی کہا۔ ”اچھا ہے نال اپر روز پکاونوں کی بھرمار ہو تو جلد ہی دل بھر جاتا ہے۔ بھی بھی کی تبدیلی مزدیتی ہے۔“ اس کے جواب پر اس نے بھرپور نظریوں سے اے دیکھا۔

”بال واقعی، بھی بھی کی تبدیلی براہی مزدیتی ہے۔“ اس کی وارفتکی پر بھرا کے شستہ نے بات ہی بدال دی۔

”اُنس! یہ کیا صرف سادا لو گے، چلو شاباش۔“
تھوڑی سی ب瑞ائی بھی لو۔“ رات کو انفر کے اچھے موڑ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے بات چھیندی۔ ”سینے پتہ ہے آج میں برابر والی یا سمین کے ساتھ مار کیٹ گئی تھیں، یوں پارلر کے لیے۔“

”وہ تو مجھے پتا چل گیا ہے منڈم۔ ظاہر ہے تم کوئی منڈر لیا تو ہوئیں کہ کوئی پری آئی اور انہی جاروئی چھڑی کے زور سے تمہارا حلیہ بدلت کر جلی گئی۔“ دیسے پنجھر ہی ہو۔ ”وہ آج حقیقتاً چھک رہا تھا۔“

”اوہ بات تو سن لیں، پارلر کی اوڑی سمین کی کزن ہے، اس نے پارلر ساتھ ایک ٹینگ اسٹیشن کے سامنے بھی حال ہی میں شروع کیا ہے۔ اس نے مجھے بھی آفر کی ہے۔“ ”ٹینگ لینے کی؟“ ”نہیں، دینے کی۔“

”اُنک سے کیا؟“ اس کے ابوں سے لگا چائے کا کپچر چھلک گیا۔ ”تم کم ٹینگ دوگی۔“ ڈھنگ سے تیل تک تو لگا نہیں سکتیں میرے بالوں میں سارا ماتھا اور گرد بھگو کر رکھ دیتی ہو، مال بونگے کے سوکھ۔ میک اپ کی ٹینگ کیا خاک دوگی۔“ وہ نشاطاً چلا گیا۔

”آپ بھی میری بات وہیان سے نہیں سنتے۔“ وہ کچھ کچھ ناراغن سی ہو گئی۔ ”وہ ہر طرح کا ٹینگ اسٹیشن ہے جہاں سلامی کڑھائی، انٹریئر ڈیکور یا شن، پینٹنگ، گولنگ، ہینڈی کرافٹس وغیرے کے کورسز بھی ہوں گے۔ بب اسے پتا چلا کہ میں نے ہوم اکنامکس کانج سے گریبویشن کیا ہے اور فلاور میکنگ، رگ میکنگ، مکرامہ، اشین گلاس ورک، فیبرک پینٹنگ، پن ورک سب مجھے آتے ہیں تو اس نے بے حد زور دے کر مجھے آفر کی اپنے ہاں جا ب کی۔ کیا خیال ہے آپ کا؟ کیا جواب دوں؟ ماحول ہے تو بہت اچھا ویاں کا۔ صرف خواتین کا عملہ ہے۔ ویسے آپ خود بھی تسلی کر لیجئے گا۔“ اس نے ڈرتے ڈرتے ادھر دیکھا جہاں ایک دمہی گبیسر سنجیدگی چھائی تھی۔

”مشتری! کیا واقعی تمہیں جاب کی ضرورت“

”من نہیں۔“ مجھے بھلا کیا ضرورت“

من کوئی جاب ڈھونڈنے نکالی تھی، ہاں البتا اس کی ضرورت ہے کسی ایسی خاتون کی جو بیک وقت“

ہنر میں ماہر ہو میں نے بھی یہ سوچا کہ بنجے اب اماں اور ہمہ ہو گئے ہیں“ اتنا کام نہیں ہوتا ان کا۔ پھر اماں“

بڑی اچھی ہے۔ صرف دس سے ساڑھے بارہ ناکی بس دو کا اسز لینی ہوں گی مجھے اور بستے میں“

بھی، یقین کریں، گھر کا بالکل حرج نہیں“ پر امس اور پھر ہنر تو آزماتے رہنا چاہیں ورنہ“

میں رہتے۔“

”چلو ٹھیک ہے کچھ دیکھ لو، دل لگ آیا،“

بے ورنہ خواہ بخواہ خود پہ بوجھ لادنے کی ضرورت“

جیسا ٹھنڈ سولت سے کر سکو، کر لینا۔“ اس

اجازت دی تو وہ دل، ہی دل میں نعروبلند کر لے،“

اس سے پہلے بھی اس کے دل میں یہ خیال تھا۔

تحاکہ وہ بھی گھر کی گاڑی بھینختے کے قابل“

آن ہی تو اسے اعتماد ملا تھا کہ وہ ایسی

پریشانیاں شیر بر تکشی ہے اپنے ٹھنڈی پر

ہزار آفر کے شنے اسے مسز سلمان نے کیا تھا،“

بھروسہت میں انہیں تین ہرینڈ ٹیچرzel رہی تھیں“

وہ بھروسے اشاف کے بھیڑتے سے بچائی“

ایک ہرینڈ ٹینگنگ کے لیے“ ایک سالی“

کا اسزوہ خود لتی تھیں اور بیانی کے تمام بے“

بڑی سولت سے شستے کے سرداں سے۔“

سب، ہی کام ایک دوسرے سے متعلق تھے۔“

مکراے کی بنت سمجھا زیست کسی کو آئی“

پیچ درک سے بیڈ شیشیں اور کشن کورز کو“

بنانے کے گرتبار ہوتی۔ کام اس کی اپنی“

لیے وہ اس اضافی ذمہ داری سے گھبرائی نہیں“

اعتماد بحال ہو گیا تھا۔ ہر منہنے ملنے والی ایک“

کا تصور ہی خوش آئند تھا جو گھر کے کتنے ہیں“

اے ہی عرصے کے بعد شستہ کو کھلے ہاتھ سے اسی کرنے کا لطف ملا۔ چونکہ تقریباً تمام تشوہ اینے کے بعد انفر پری الذمہ ہو جاتا تھا اسی لیے وہ اسیان اور حساب کتاب پہنچے ہر جیز خریدتی تھیں“

ایک دو تین اس کے پارٹنر صرف انتہائی ضرورت کیوں اسی بآلہ سی بھی بناگئی صورت حال میں اے پارس مینے کے آخر میں بھی رقم موجود ہو۔ بھی اہ اری، بھی بچوں کی تفریخ، بھی کسی بیماری وغیرہ،“

اوہ یہی خرچ ہو جاتے بھی، بھی بچوں کے اسکوں ای اضافی خرچہ نکل آیا،“ من فیٹر فنڈ، چیل فنڈ یا“

اے کے نام سے، بھی خاندان کی کسی تقریب میں ناہر جاتا۔ لیکن آج وہ اس فکر سے آزاد تھی“

اے اہم کے تمام پیسے خرچ کر لینے کے بعد بھی اس اسی اضافی خرچ کا کھانا کھا کے ائی اور ابو کے اصرار کے باوجود وہ بس پچھے ہی دیر رکے اور بچوں کو سند باو گھماتے

ہوئے گھر پہنچے آئے۔

"ہیلو، جی بھائی میں انفرملک، ہی بول رہا ہوں۔" "انصر کے کسی جانے والے کافون آیا تو وہ ریسیور کافنوں سے لگائے نیلے سے اٹھ کر صوفے تک چلا گیا۔

آج ان کی شادی کی آنچبویں سالگرہ تھی۔ ہمیشہ کی طرح اس نے گھر پہنچا کر انصار اور بچوں کی پسند کے کھانے پکائے، انصر والی پسی پہنچتا تھا۔ کیک لیتا آیا اور آج تو شستہ کو پہلی

لے بھی ملی تھی سو اس کی سستہ دیدی تھی۔ ابھی وہ کیک کاٹ کر بھیت کے سکتی ہوں تھے ایسا فون کے ساتھ مزید اس کے فون سننے پڑیں گے۔ آپ بھئے۔

لیں پہنچے، دو ہزار تو میں بھی دے سکتی ہوں تھے ایسا فون۔ جب فاروق صاحب آپ کو پہنچا، اس کے بعد میکہ تو ناوارجھے تھا، کم از کم باعث بھیتیں والے۔

آن ہی چھترالیں بھیت کر رہا تھا۔ معدورت خواہانہ انداز میں وضاحتیں پیش کر رہا تھا۔ "بنیاب میں سمجھتا ہوں آپ کی بات۔ آپ کاروباری بندرے ہیں۔ آپ کا تقاضا اور گلہ بالکل بجا ہے احساس ہوتا ہے جیسے میں کسی کی رقم کھا آیا۔ خدا نخواست۔" وہ بات کرتے کرتے کسی خیال۔

تو میں بھیت کر دیا تھا مجھے تو پہنچا آنکھیں بھانیں ہیں کل کا وعدہ نہیں کر سکتا بھائی پر سوں ضرور دے دوں گا انشاء اللہ۔" وہ فارغ ہوئے آیا تو پہنچے بغیر نہ رہ سکی۔

"کون سی رقم کا تقاضا کر رہا تھا؟ آپ نے تو بھی سی سے قرض نہیں لیا۔" "لیا ہمیں مکروے کر پھریں گیا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" وہ حیران تھی قرض مانگنے والے کیا اب اتنا پیشہ رکھتا ہے ہیں کہ بندے کا رنگ ہی فق ہو جائے۔

"یار! وہ فاروقی صاحب ہیں ناں آفس میں، انہوں نے پچھلے ہستے مجھ سے دو ہزار یہ کہہ کر مانگنے کہ دو ہی دن میں لوٹا دوں گا۔ مجھے شخواہ اسی دن ملی تھی اور تم حانتی ہو میرا ذاتی خرچ کچھ خاص نہیں ہے۔ جمال کمیٹی ڈالی ہے وہاں پانچ تاریخ تک پیسے پہنچانے ہوتے ہیں اس لیے ازردہ ہمدردی انہیں دو ہزار دے دیے۔" اب اوہر کمیٹی والے نے شور مچایا ہوا ہے۔ آج اٹھ تاریخ ہے حالانکہ میں ہمیشہ پہلی یا دوسری تاریخ کو ہی

سوچ رہی ہوں صائمہ آپ کے بارے ہی بازار پر جاؤں گی۔ ان کے گھر سے مارکیٹ قریب ہے، بچوں کے پڑوں کی اچھی و رائی ملتی ہے وہاں۔"

"لکیا یہ سب اہتمام ضروری ہے؟" اس نے پوچھا۔

"تو بھائی! گیوں ضروری نہیں ہے۔" وہ براہمی تھی۔

جب وہ لادور رہنے آئی تھی اور والپسی پہ ہمارا ہی اپنے اس کے اور بچوں کے لیے کٹرے فروٹ اور مٹھائیاں دغیرہ لے کر جاتی تھیں تو اب بھی اس نے ان سب کا ضروری ہونا دینا وقت نہیں کیا تھا۔"

"ضروری کیوں نہیں۔ آپ سے کہہ رہی تھی،

ہمیشہ صحیح آئی شام کو والپسی تھی ہوں مگر اب اللہ رکھے

میرے بھائی کا گھر تھی لاہور میں ہے، میرا میکتے نیز

میں تو بھائی بھائی رہوں گی، باقی سب سے صرف مٹھے کے

لیے جاؤں گی۔ تو جب اس نے آپ کو یہ عزت دی ہے

کہ ماں باب کا درجہ اور مقام آپ کو اور اس گھر کو دیا

ہے تو بھی اسے میکے کام دینا چاہیے پھر وہ آپ کی

کی پھولی بن ہے۔"

"اپنا اپنا آپ کے کو اب مسئلہ کیا

ہے۔" وہ جمایاں روک رہا تھا۔

"اس دن آپ کے لیے کائنات کے جو دو سوت لائی

تھی گھرے شید آپ کو پسند نہیں آیا تھا، وہ بھائی جان کو

دے دیتے ہیں۔ میرے پاس حارہت کا ایک پرنٹر

سوٹ رکھا ہے وہ نازیہ کو دوڑے دوں گی صرف دو پہنچیدنا

ہو گا۔ بھائی بچوں کے کٹرے تو بازار سے ہی خریدتا

ہوں گے اس کے لیے میرا پر گرام کے پرسوں صائمہ

آپ کے بارے نازیہ کو ساتھ لے جا کر خرید لوں گی۔"

"میں نے مسئلہ پوچھا ہے شستہ اتمم "حل" بتاری

ہو۔ وہ گواری سے بولا تو وہ اصل مدعایہ آئی تھی۔

"بر اصل انصر! میرے پاس پیسے بالکل بھی نہیں

ہیں۔ بھی کوئی ذیڑھ پونے دوسو ہوں گے۔"

"کیا! اس کی میڈ بھک سے اڑ گئی۔ ایسا پہلی بار ہوا

تھا کہ شستہ نے اسے مینے کے ختم ہونے سے

پہلے تھنوا، ختم ہونے کی خبر سنائی ہو۔" دھرم ہوش میں تو

ہو، ابھی آج بارہ تاریخ ہے اور تم باقی خالی کر کے بیٹھی

تھیں بزار دہاں پہنچا رہا ہوں۔ وہ فاروقی صاحب ایسے غائب ہوئے پہنچیے تو تھجتے بعد میں پاتا چاہا، اسی کی چھٹی پہنچا۔ دیکھو اب شاید کل پایپر والی۔

"اگر ان، ہی دھائی بزار کے خار میں اتنا خرچا کیا تھا، اس کی کمر کرنے کے لیے پہنچا رہی تھی۔

"اکر کر کرنے کے لیے چین لینے دیتا ہے آں، فون کے مکان کرنے دے گا۔" وہ بے ولی۔

"اکر کر کرنے کے لیے بھی پہنچا ہے ہو رہی تھی کہ

اں اسے دیتے ہوئے بڑی فراملی سے کھاتھا پچھتے ہوئے ہو لے۔

"آپ کیوں فضول کی میشن لیتے ہیں،" وہ اس

مزید اس کے فون سننے پڑیں گے۔ آپ بھئے۔

لیں پیسے، دو ہزار تو میں بھی دے سکتی ہوں تھے ایسا

ملے ہیں۔ جب فاروق صاحب آپ کو پہنچا، اسی سو

مجھے لوٹا دیکھ رہا تھا، کم از کم باعث بھیتیں والے۔

آج ہی چھڑائیں چھڑائیں تھے۔

"باہر پہنچا کر کتنی ہوئی تھیں کسی سے

معدورت خواہانہ انداز میں وضاحتیں پیش کر رہا تھا۔

"بنیاب میں سمجھتا ہوں آپ کی بات۔ آپ کا

کاروباری بندرے ہیں۔ آپ کا تقاضا اور گلہ بالکل بجا ہے

خدا نخواست۔" وہ بات کرتے کرتے کسی خیال۔

"تھیں بھیت کر دیا تھا مجھے تو پہنچا آنکھیں

بچارہ،" اس کے بعد پہنچا۔

"معجب جب آپ اپنیں گے۔ میں کچک میں نہ اشتہ

اے میں مصروف ہوں گی میں فارغ ہوں گی تو آپ

اپنے جامیں گے اور بعد میں یہ بات کر دیتے ہوں گے کوئی

لیں ہیں۔" اس کے بعد میں بھائی جان کو

اں کے انداز میں سمجھا تھا سا اٹھ بھیٹا۔

"اپنے دوستہ کے بھی اپنی اس نندے ایسا

خاصل ہے اگلے ہی روز اس کی فیصل آیا،

نازیہ اسے شوہر اور بچوں کے ساتھ ان کے بارے

بھیتیں ایسا تھا۔ اسی رقم کے ناز

اں ہی کے ہم عمر تھے اور ان میں دو ہی بھیتیں

دیکھیں۔ خود شستہ کے بھی اپنی اس نندے ایسا

اچھا خاصاً فرق ہونے کی وجہ سے احترا� والا

ورنہ تو میں پڑیں ہی نندوں والی روایتی خوبی نہیں

شکر ہے کہ اس بارہ میں شانگنگ میں ہر چیز ان

دیکھیں۔ مقدمہ اسی خریدی تھی اسی لیے باہر ہے۔

منگانا نہیں پڑا۔ گوشت مرغی تھی، سب اسی

نازیہ کے شوہر کے لیاظ میں اس نے دونوں

پر تکف کھانا پیش کیا حالانکہ وہ بچاری منع ان اسی

کی کولنڈ ڈر نکس فروٹ وغیرہ میں اس کے پاس ایسے غائب ہوئے پہنچتے بعد میں پاتا چاہا، اسی

ہفتے کی چھٹی پہنچا۔ دیکھو اب شاید کل پایپر والی۔

"اگر ان، ہی دھائی بزار کے خار میں اتنا خرچا کیا تھا، اس کی کمر کرنے دیتی۔" وہ خود کو گھر کرنے لگی۔

سکون سے گام کرنے دے گا۔" وہ بے ولی۔

"اں اسے دیتے ہوئے بڑی فراملی سے کھاتھا پچھتے ہوئے ہو لے۔

"آپ کیوں فضول کی میشن لیتے ہیں،" وہ اس

مزید اس کے فون سننے پڑیں گے۔ آپ بھئے۔

لیں پیسے، دو ہزار تو میں بھی دے سکتی ہوں تھے ایسا

ملے ہیں۔ جب فاروق صاحب آپ کو پہنچا، اسی سو

مجھے لوٹا دیکھ رہا تھا، کم از کم باعث بھیتیں والے۔

آج ہی چھڑائیں چھڑائیں تھے۔

"باہر پہنچا کر رہا تھا تو پہنچا آنکھیں

بچارہ،" اس کے بعد پہنچا۔

"معجب جب آپ اپنیں گے۔ میں کچک میں نہ اشتہ

اے میں مصروف ہوں گی میں فارغ ہوں گی تو آپ

اپنے جامیں گے اور بعد میں یہ بات کر دیتے ہوں گے کوئی

لیں ہیں۔" اس کے بعد میں بھائی جان کو

اں کے بعد میں سمجھا تھا سا اٹھ بھیٹا۔

"اپنے دوستہ کے بھی اپنی اس نندے ایسا

خاصل ہے اگلے ہی روز اس کی فیصل آیا،

اچھا خاصاً فرق ہونے کی وجہ سے احتراام والا

ورنہ تو میں پڑیں ہی نندوں والی روایتی خوبی نہیں

شکر ہے کہ اس بارہ میں شانگنگ میں ہر چیز ان

دیکھیں۔ مقدمہ اسی خریدی تھی اسی لیے باہر ہے۔

ہیں اس لیے ازردہ ہمدردی انہیں دو ہزار دے دیے۔

اب اوہر کمیٹی والے نے شور مچایا ہوا ہے۔ آج اٹھ تاریخ ہے حالانکہ میں ہمیشہ پہلی یا دوسری تاریخ کو ہی

پر تکف کھانا پیش کیا حالانکہ وہ بچاری منع ان اسی

تاریخ ہے حالانکہ میں ہمیشہ پہلی یا دوسری تاریخ کو ہی

پر تکف کھانا پیش کیا حالانکہ وہ بچاری منع ان اسی

اب جب تک وہ آکر مجھے میرے پیے نہیں لوٹا تاہو
ستکتا ہے یہ شخص بھی اسی طرح مجھ سے بار بار تقاضہ
کرے گز اس ذلت سے تو بستر ہو گا کہ میری ہی بیوی
میری مشکل کونہ سکھتے ہوئے میری چان کو آھائے
غیروں کی بات پھر بھی برداشت ہو جاتی ہے لیکن تم
سے آندہ ایک پیے کا بھی احسان نہیں لوں گا۔ تھوڑتا
ہوں تمہارے پیے پ۔ ” وہ غصے سے باہر نکل گیا اور
شستہ اپنے پیروں میں رہے ان مرے ترے نوٹوں کو
ڈیندیا تی آنکھوں سے رکھ گیا ہے ۔

”ادو! آپ کہتی نہیں کہ مرد کی حق حلال کی کمالی چاہے کتنی ہی کم کیوں نہ ہو، بابرکت ہوتی ہے اور عورت کی کمالی چاہے حلال کی ہی کیوں نہ ہو، ہمیشہ پوری نہیں پڑتی مگر ادویہ آپ نے یہ نہیں بتایا تھا کہ عورت کی کمالی اتنی بے وقعت ہوتی ہے کہ کہ اسے پیروں تئے روند کے اس پتھروں کا جاتا ہے۔“ وہ سمجھنے والے بل غر کے سکنے لئے اور نوٹ انھا کر انہوں نے اسکے آنکھاں سے لگا لئے

پی بری اس سوں سے رہی۔
”افسر خداگواہ ہے، آپ کی تنخواہ میں جب بھی
اضافہ ہوا تے چاہے پچاس روپے کا ہی ہو میں نے
شکر اُنے کے لفٹ ادا کیے ہیں اور صدقہ دیا ہے اس کے
علاء ہر میتے پسیے پکڑتے ہی ملکہ شکر ادا کیا ہے۔ انہی
عقیدت سے وہ روپے تھاے ہیں جسے آپ نے کوئی
مقدس تنخواہ دے دیا ہو۔ ایک امانت کی طرح پائی یا
خرچ کی ہے۔ بھی ایک روپیہ بھی میری یا بچوں کی
لاپرواں سے اوہرا دھر ہو گیا ہو تو تمہنوں کڑھی ہوں۔
ہر بار خرچ کرتے ہوئے آپ کی محنت سے بے پسند
اور تمہنک سے چور جسم کا خیال کیا ہے، کتنی قدر کی ہے
آپ کی کمالی کی اور آپ۔ آپ کے نزدیک میری
کمالی کی اتنی بھی وقت نہیں، کیسے بے دردی سے
پہنچنک کرنے چلے گئے۔ کیا میری محنت محنت نہیں۔“ وہ
نوٹ بھی آنکھوں بکھی لبوں سے لگاتی جنماتے پتے مل
سے سوال کرتا رہا۔

”انہرایہ کیا کہ رہے ہیں آپ امیں جانتی ہوں
بھی دینے پر مشتمل تھے کے تمام اختیارات تھے وے
لئے ہیں مگر اتنے انسان تو کچھ بھی نہیں کہ جانتے نہ
اے لمر کے خرچ اور آپ کی شتوہ کلکیا تناسب بنتا
ہے۔ ایسے حالت میں کچھ بچانے یا جوڑنے کا جلوں ہی
نہ پیدا ہوتا ہے۔“

میں سوال کر بھی نہیں رہا۔ میں صرف یہ بتا رہا
کہ میرے مخت لئے کتنے ایک لالہ باخدا شہری
میرے سکریٹری کی طاقت نہ ملے تا جو تھے کا عینہ
میرے پھرے کی لوت نہ یاروں دوستوں کا چسکے
ای کیا ہے میرا۔ تم نے جو کام کھانا
کیا۔ اور تم کام پہلی باریہ دو بزار کیا کمالاً میرے
کیلی چڑھ کریں۔ یہ یہ دو بزار کیلائیں نے جیسے
اور بزار کے نوٹ نکالنے کا لامرے "میریا" غلطی
میسا۔ تم تو چاہتی تھی تھیں کہ کسی طرح مجھے لکھتی
ماس دلا سکو، مجھے یہ اپنی کملائی کی دھوئیں جما سکو۔
امانگنا، ون کو آقش تجھیت ہوئے منہ سو جا ہوا پھر
مان کر لیا۔ اُنی دو بزار کے لیے نا۔ یہ لو اپنے
"اس نے نوٹ حفظ کیا" اس کے منہ دے

۴۰ من پہلی بار، زندگی میں پہلی بار، اپنے ایک جانے
ملے سے اشد ضرورت اور مجبوری کا رونا رو کے یہ
الائے ہیں۔ وہ فاروقی تو پھر سے چھٹی۔ چلا گیا ہے

بنا کر ملا۔
لئے تھا کم میں اس نے ذرتیتے ذرتتے فون کیا۔
دہیلو، ”انصر کی خشک آواز نے اس کی رہی
ہمت بھی کھینچا۔
دہیلو کیسے ہیں آپ صبح طبیعت تو ٹھیک نہیں ہیں ۱
آپ کی میں نے سوچا پاتا کر لول ۲
”طبیعت تو ٹھیک ہے، بس کام کا بوجھ ہے۔“ ۳
نے ٹھیک ٹھیک لہجے میں کہا۔ چند اور ادھراً عمری ۴
کرنے کا ۵

مرے بے بعد وہ بڑی جرأت سے صرف یہ پوچھا
”وہ فاروقی صاحب آئے ہیں ان جواباً“ ایک طویل خاموش تیغہ کے ساتھ پریشان گردیا
”آئے ہیں اور یقیناً ملت کرو۔“ میں بھی کہا
جاوں گا۔ پھر ان میں جاتا تمہارے دو ہزارے ایک
کھٹ سے ریسیور رکھ دینے لگتے وہ ٹکٹا۔

نیشن ٹیکنالوجیز کا ترقی دار گیم انڈسٹریز کے میں جو اپنے گھر میں ہو جائے۔

”نازیہ اور نجیگان ہیں؟“ اس کے سوال ہاں ریے چکنے کی تھی بغیر وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے نام لگا۔
”بھائی جان اسے تو بھی جوں کو میتار پا کستان، اُر لیے لے گئے ہیں، آتے ہیں۔“
”میں بغیر اطلاع کے کبھی اتنی دیر کھڑے باہر رہے میں اس قدر پریشان ہوتی رہی۔ کوئی کام تھا از کم فون کر کے تاخیر سے آنے کا بتاہی دیتے۔“

”وہ پھر کوبات نہیں ہوئی تھی کیا؟ میں اسے کہاں کہ کسی نہ کسی طرح تمہارے پیسے لے کر ان لوٹوں گا۔“ وہ دھڑا دھڑا شستہ سسم کریوں۔
 ”پلیز انصر! خدا کی قسم میرے فون کرتے نہ کامو۔“
 نہیں تھا، شمیک نے مجھے پیسے چاہیں مگر یہ ۱۷
 دیکھیں کہ آج ہی بنا کتنا ضروری ہے۔ کل کا انہیں تھا پہنچنا زیادہ والپس۔

”وہ دراصل مجھے اپنی اور بپوں کی شاپنگ کرنا تھم۔“
میرے پیے آپ نے ادھار لے لیے تو میں نے گھر کے
خوشی سے یہ سوچ کر استعمال کر لیے کہ آج یا کل آپ
پیے واپس کرہی دیں۔ وہ میں خوشی میں ڈال لوں گی۔
ایوں بھی عام طور پر گھر میں پیسوں کی ضرورت اتنی پڑتی
بھی نہیں۔ تمام ضرورت کی چیزیں میں پہلے سے خرید
کے رکھ لیتی ہوں حتیٰ کہ سردوں کی گولیاں اور کھانی کا
شربت بھی۔ یہ تو اتفاق سے کہ بس آپ کی طرح وہ
فاروقی صاحب سے میئے لے کر آئیں کلن۔“
”اب کیا گردن دیوچ لوں امن کی۔ نینڈوا دبا دوں،
چھاتی پر چڑھ کے بینہ جاؤں۔ روز مانگتا ہوں روز ہنس کر
اٹال دیتا ہے۔ بزرگ آدمی سے لحاظ تو کرنا ہی پڑتا ہے
ورنہ اس کی مسکراہٹ ایسا لگتا ہے کہہ رہا ہو۔ کیا
سمنے؟“

”پھر کسی اور سے بھی لے کر میں کسی سے قرض نہیں لیتا۔ تم بجانشی ہو جانے اس دن کیسے تم نہ لے لیا۔“
”میں نے آپ کو قرض نہیں دیا تھا انصر۔“ وہ دکھ سے بولی۔ ”ہمارے رشتے کا ہی دھیان کر لیں۔ کیا اس رشتے میں قرض اور ادھار کی گنجائش تھی تھے؟“
۱ ”قرض ہی تو تھا جو وصولی کے لیے آدمی زادت کو جو جگہ کرتے تھے اور اس کے لیے کروٹ پیدل می اور وہ کتنی ہی دیر بیٹھی پچھتا تی رہی نجاتے رقم دینے پر بہ و اپس مانگنے کی ہمت کرنے پر یا پھر نازیہ سے ذکر کردیتے پر کہ وہ کل اس کی پسند سے ہی بچوں کے لیے شانگ لے گی۔ اب بچوں کے دونارمل قیمت والے ریڈی میڈ سوٹس کے لیے بھی تیز سات سو تو چال سے بچتے صبح وہ چاہتے ہوئے بھی ہمت نہ کریا کی انصر کو یاد دیا کرانے کی۔ یاں منتظر ہی رہی شاید وہ افس جانے سے پسلے خود ہی کوئی تسلی آمیز فقر و کمرہ دے گا۔ ”فکر من تکرو، آج کسی طرح تمہارے پیسے والپیں لے آؤں گا۔“ مگر وہ تو یوں چیپ تھا کہ نازیہ نہ بھی اس خاموش رنوٹ کی رشتے نے نہیں بوری نہ ہونے کا بہا